OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

اراضی بیت المال کی آبادکاری: تحقیقی مطالعہ

Bait-ul-Mall's Land Cultivation A research based study

حافظ سیف الدین

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، الخیر یونیورسٹی، بھمبر آزاد جموں وکشمیر

ڈاکٹر حافظ تاج افسر

ایسوسی ایٹ پروفیسر چیئرمین شعبہ تفسیر وعلوم قرآنیہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

Land has a key status among all economic recourses .The ownerless land is owned by the state, such type of land is called Bait-ul-Mall's land. The central treasure of an Islamic state is called Bait- ul-Mall. Islam favors the cultivation of such land for economic wellbeing of public. It is important to make the state wealthy from agricultural production .It is therefore, necessary that the ownerless or uncultivated land should be cultivated, and no this connection? What should state do to cultivate such land? This article discusses different means to take steps for this purpose.

وہ زمین جو کسی فرد کی مملوک نہ ہو، وہ اس قابل ہو کہ اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے اور کاشتکاری کے قابل بھی ہو، ایسی اراضی بیت المال کی اراضی کہلاتی ہے، ایسی اراضی کو اراضی الحوز یا اراضی المملکۃ یا اراضی سلطانیہ سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔[1] بیت المال کی زمینوں میں درج ذیل اقسام کی زمین شامل ہیں:

۱: وہ اراضی جو ملک فتح ہونے سے قبل کسی کی ملکیت میں نہ تھیں فتح کے بعد وہ اراضی بیت المال میں شامل ہو جائیں گی

۲: وہ اراضی جو پہلے تو کسی فرد کی ملک تھیں لیکن وہ لاوارث مر گیا تو یہ اراضی بھی بیت المال میں شامل ہوں گی۔[2]

۳: وہ ملک جو قہراً اور غلبے سے فتح ہو اور امام اس کی زمینوں کو غانمیں میں تقسیم کرنے کے بجائے اس پر خراج کی ادائیگی لازم کر کے تمام مسلمانوں کے لیے تاقیامت وقف کر دے۔

۴: قہراً فتح ہونے والے ملک کی زمینیں غانمیں میں تقسیم کی جائیں اور اس میں سے پانچواں حصہ بیت المال کے لیے نکالا جائے گا یہ زمینیں بیت المال میں شامل ہوں گی۔[3]

بیت المال کی اراضی کی آبادکاری کے طریقے

بیت المال کی اراضی امام کی نگرانی اور اختیار میں ہوں گی جیسا کہ بیت المال کے دوسرے اموال امام کی نگرانی اور صوابدید میں ہوتے ہیں، چنانچہ بیت المال کی ایسی تمام زمینیں جو بنجر قرار دی جائے تو ریاست کی ذمہ داری ہے کہ اس کی آبادکاری کے لیے مناسب اقدامات اٹھائے۔اس سلسلے میں امام ایسی زمینوں کی آبادکاری کے لیے درج ذیل طریقے اختیار کر سکتا ہے:

غیر آباد زمین کی آبادکاری کے چار طریقے ہیں:

۱: اقطاع یعنی جاگیر دینا، امام کسی شخص کو زمین عطاء کردے اس طرح کہ اس کو تمام ملکیتی حقوق حاصل ہو۔

۲: کاشتکار کو مزارعت (بٹائی) پر زمین کاشت کرنے کے لیے دے، مگر زمین بدستور حکومت کی ملکیت میں رہے۔

۳: کاشتکار کو صرف زمین کی منفعت کا مالک بنانا جبکہ زمین بدستور حکومت کی ملکیت میں رہے۔

۴: زمین کی آبادکاری کے مصارف سرکاری خزانے سے ادا کئے جائیں اور کاشتکار کو صرف طے شدہ مقررہ معاوضہ ادا کیا جائے۔[4]

ایسی اراضی کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیز [5] اپنے گورنر کو حکم نامہ جاری کرتے ہیں جس میں زمین کی آبادکاری کے ان طریقوں کی وضاحت کی گئی ہے:

'' انْظُرْ مَا قِبَلَكُمْ مِنْ ارْضِ الصَّافِيَةِ فَاعْطُوهَا بِالْمُزَارَعَةِ بِالنِّصْفِ، وَمَا لَمْ تُزْرَعْ فَاعْطُوهَا بِالثُّلُثِ، فَانْ لَمْ تُزْرَعْ فَاعْطُوهَا حَتَّى تَبْلُغَ الْعُشْرَ فَانْ لَمْ يَزْرَعْهَا احَدٌ فَامْنَحْهَا،فَانْ لَمْ يَزْرَعْ فَانْفِقْ عَلَيْهَا مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَبْتَرَنَّ قِبَلَكَ ارْضًا''[۶]

''اپنے صوبے میں بے کار پڑی ہوئی زمینوں کا جائزہ لو انہیں پیداوار کے نصف (پچاس فیصد) حصہ پر مزارعت (بٹائی) کی شرط پر کاشتکاروں میں تقسیم کردو۔اگر زمین کم تر درجہ (زرخیزی) کی ہو تو ثلث (ایک تہائی) یا پھر اس سے بھی کم معاوضہ پر دے دو، اگر کوئی اس پر بھی تیار نہ ہو تو پھر عشر (دسویں) حصہ پر دے دو اور (اگر زمین اتنی بنجر اور کم فائدے والی ہو کہ) کوئی اسے دسویں حصے پر بھی کاشت کرنے کو تیار نہ ہو پھر اسے مفت دے دو، اسی طرح مفت کاشت کرنے کو بھی تیار نہ ہو تو پھر مسلمانوں کے بیت المال سے خرچ کر کے اس میں کاشت کراؤ مگر تمہارے پاس کوئی زمین بنجر اور بے کار نہ پڑی رہے۔''

۱-اقطاع (جاگیر دینے) کا طریقہ

امام کو چاہیئے کہ وہ اگر مناسب سمجھے تو غیر آباد زمین ایسے شخص کو جاگیر کے طور پر دے دیں جو اس کو آباد کرے اور اس پر کاشتکاری کرے۔[7]

امام کسی شخص کو زمین ملکیت میں دیدیں تاکہ وہ اس پر کاشت کاری کرے اس کو اقطاع (جاگیر دینا) کہتے ہیں۔امام ابو یوسف موات اور لاوارث یعنی بیت المال کی نگرانی میں موجود زمینوں کے متعلق کہتے ہیں:[8]

''وَلِلاِمَامِ انْ يُقْطِعَ كُلَّ مَوَاتٍ وَّكُلُّ مَا كَانَ لَيْسَ لاحد يه مِلْكٌ، وَلَيْسَ فِي يَدِ احَدٍ وَيَعْمَلُ فِي ذَلِكَ بِالَّذِي يَرَى انَّهُ خَيْرٌ لِلْمُسْلِمِينَ وَاعَمُّ نَفْعًا''[۹]

''اور امام کو چاہیئے کہ بنجر زمینوں، غیر مملوکہ اور لاوارث زمینوں کو جاگیر کے طور پر دیدیں (تاکہ وہ قابل کاشت وکار آمد بن سکیں) اور اس سلسلے میں ایسا طریقہ کار اختیار کرے جس میں تمام مسلمانوں کی بھلائی اور عام نفع ہو۔''

آبادکاری کی شرائط

بیت المال کی زمینوں کی آباد کاری کے لیے کچھ شرائط بھی متعین کی گئی ہیں:

۱۔زمین سے مفاد عامہ متعلق نہ ہوں

ایک شرط یہ ہے کہ وہ زمین شہر کی عام ضروریات میں کام نہ آتی ہو مثلاً وہ قبرستان یا چراہ گاہ نہ ہو۔[10]

۲۔معینہ مدت کے اندر زمین آباد کرنا

دوسری شرط یہ ہے کہ جس شخص کو زمین عطاء کی جائے تو اس پر یہ لازم کیا جائے کہ وہ ایک معین مدت کے اندر اس کو آباد کرے گا۔ بنجر اور افتادہ زمین اس وقت تک کارآمد نہیں بن سکتی جب تک کہ اس کے آباد کرنے میں گہری دلچسپی نہ لی جائے اور مالک اراضی کا ہمہ وقت اراضی پر موجود رہنا دلچسپی کے اظہار کی عملی صورت ہے۔از روئے اسلام زمین پر ملکیت کا حق صرف اسی کا ہے جس نے زمین کو فی الواقعہ آباد و شاداب بنایا ہے، یہی سبب تھا کہ جناب رسالتمآب ﷺ نے ہر اس شخص کو قطعۂ زمین عطاء فرمایا جو وہاں خود جا کر رہتا اور اس کو آباد کرتا، چنانچہ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''عَنْ طَاوُسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:عَادِيٌّ الارْضِ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ ثُمَّ لَكُمْ مِنْ بَعْدُ،فَمَنْ احْيَا ارْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ،وَلَيْسَ لِمُحْتَجِرٍ حَقٌّ بَعْدَ ثَلاثِ سِنِينَ[11]

''طاؤس[12] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عادی زمینیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہیں اور اس کے بعد تمہارے لیے ہیں چنانچہ جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کر لیا، وہ اس کی ملک ہے اور بغیر کاشت روک رکھنے والے کا حق تین سال کے بعد ساقط ہو جاتا ہے۔''

امام ابو عبیدؒ[13] عادی کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

''وَالْعَادِيُّ كُلُّ ارْضٍ كَانَ لَهَا سَاكِنٌ فِي آباد الدَّهْرِ، فَانْقَرَضُوا فَلَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ انِيسٌ، فَصَارَ حُكْمُهَا الَى الْامَامِ''[۱۴]

''لفظ عادی کا اطلاق ہر اس زمین پر ہوتا ہے جو زمانہ ماضی میں کبھی آباد رہی ہو پھر وہاں کی آبادی ختم ہو گئی ہو اور وہاں کوئی انسان باقی نہ رہا ہو ایسی زمین کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار امام کو حاصل ہوتا ہے۔''

ایک اور روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

''عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّهِ عن ابِيهِ انَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّهُ عَنْهُ قَالَ عَلَى الْمِنْبَرِ: مَنْ احْيَاارْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ، وَذَلِكَ انَّ رِجَالًا كَانُوا يَحْتَجِرُونَ مِنَ الْارْضِ مَا لَا يُعَمِّرُونَ ''[۱۵]

''سالم بن عبد اللہ [16] اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب [17] نے منبر پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا: جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کر لیا وہ اس کے لیے ہے اور یہ (اس لیے فرمایا) کہ بعض لوگ بغیر کاشت اور آباد کیے زمین اپنے پاس روکے رکھتے تھے۔''

یعنی زمین کو آباد کیے بغیر اپنے پاس روکے رکھنے سے اس شخص کا استحقاق ختم ہو جاتا ہے۔

مردہ زمین کو اس شرط پر عطا کرنا کہ اس کو لینے والا آباد کرے گا، کی مثالیں رسول کریم ﷺ کے مبارک عہد سے ہمیں ملتی ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

اس سلسلے میں پہلی مثال حضرت ابو بکر صدیق [18] کی ہے، جن کا گھرانہ ابتدائے ہجرت سے مدینۃ الرسول ﷺ کی نو آباد بستی میں تھا۔ آپؓ رسول خدا کے رفیق خاص، محرم راز اور مشیر خاص تھے۔ وصال نبوی ﷺ کے وقت آپؓ مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع مقام سُنح میں سکونت پذیر تھے اور اپنی خلافت کے ابتدائی چھ ماہ تک سُنح ہی میں آپؓ قیام پذیر رہے بعد ازاں آپؓ مدینہ منورہ منتقل ہوئے۔ دراصل آپ کو سُنح میں زرعی زمین کا ایک قطعہ عطاء کیا گیا تھا اس کی آباد کاری کی غرض سے آپؓ وہاں قیام پذیر تھے کیونکہ جس شخص کو بھی زمیں عطیہ کی جاتی تھی اس کو وہاں جا کر رہنا اور اپنے ہاتھ سے آباد

کرنا پڑتا تھا جس سے کسی کو بھی استثناء حاصل نہ تھا ورنہ ابو بکر صدیق ضرور مستثنیٰ ہوتے جن کی مدینہ میں ہمہ وقت موجودگی راز دارِ رسالت ہونے کی وجہ سے ازبس ضروری تھی۔[19]

حضرت ابو بکر صدیق کی طرح ایک قطعۂ زمین حضرت سُلیط انصاری [20] کو بھی بغرض آباد کاری عطاء کیا گیا، حضرت سلیط انصاری حسب حکم نبوی ﷺ اپنی زمین پر چلے گئے۔ کچھ دن وہاں پر قیام کیا مگر جب رسول خدا ﷺ کی صحبتوں کی کیف آور یادوں نے ستایا تو سب کچھ چھوڑ کر یہ کہتے ہوئے مدینہ منورہ واپس آ گئے کہ "مجھے رسول اللہ ﷺ کے قرب سے زیادہ دنیا کی کوئی چیز عزیز نہیں"۔ بعد ازاں حضرت سلیط انصاری کا چھوڑا ہوا قطعہ حضرت زبیر بن العوام [21] کو عطاء کیا گیا۔[22]

اس واقعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت ﷺ میں جس کو بھی زمین عطاء کی جاتی تو اس کو عطاء شدہ زمین میں لازمی رہنا پڑتا تھا، عطاء شدہ زمین سے دور رہ کر آباد کاری کرنے کی اجازت ہوتی تو حضرت سُلیط انصاری بھی مدینہ میں بیٹھ کر اپنی زمین کی آباد کاری کا بندوبست کرتے رہتے اور ان کا عطیہ منسوخ نہ ہوتا۔

ایک مثال حضرت بلال بن حارث مزنی [۲۳] کی ہے آپؓ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک بہت بڑا قطعۂ زمین پوری وادی عقیق میں جاگیر کے طور پر دے دیا تھا مگر وہ اس تمام کو کاشت میں رکھنے سے معذور تھے اس لیے ایک کافی حصہ آراضی بے کار پڑی رہتی تھی۔ حضرت عمر فاروق نے اپنے دور خلافت میں ان کو بلا کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو اس لیے جاگیر دی تھی کہ اس کو کام میں لاؤ اور فائدہ اٹھاؤ مگر اتنے بڑے حصہ اراضی کو تم کام میں لانے سے معذور ہو۔ لہٰذا اس علاقہ میں جس قدر زمین کی آباد کاری تم کر سکتے ہو وہ تم لے لو اور باقی واپس کر دو تا کہ میں حاجت مند مسلمانوں میں تقسیم کر دوں۔[24]

۳۔ حریم نہ ہو

زمین کی آباد کاری کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ زمین کنوئیں، نہر، تالاب اور چشمہ کی حریم (حد) نہ ہو۔[25]

بنجر زمینوں کی آباد کاری کے لیے اقطاع یعنی جاگیر دینے کی طریقہ کے شواہد عہد رسالت اور عہد خلفاء راشدین سے ملتے ہیں:

"عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ الزُّبَيْرَ اَرْضًا بِخَيْبَرَ فِيهَا شَجَرٌ وَنَخْلٌ"[۲۶]

"ہشام بن عروہ[27] اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر کو خیبر میں ایک ایسا قطعۂ زمین عطاء فرمایا جس میں کھجور اور دوسرے درخت تھے۔"

''قَالَ عِكْرِمَةُ: لَمَّا اسْلَمَ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ،قَالَ:يَا رَسُولَ اللّٰهِ،انَّ اللّٰهَ مُظْهِرُكَ عَلَى الْارْضِ كُلِّهَا فَهَبْ لِي قَرْيَتِي مِنْ بَيْتِ لَحْمٍ، قَالَ:هِيَ لَكَ، وَكَتَبَ لَهُ بِهَا، فَلَمَّا اسْتُخْلِفَ عُمَرُ وَظَهَرَ عَلَى الشَّامِ،جَاءَ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عُمَرُ:انَا شَاهِدٌ ذَلِكَ فَاعْطَاهَا ايَّاهُ- قَالَ:وَبَيْتُ لَحْمٍ هِيَ الْقَرْيَةُ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ''[28]

"عکرمہ [29] کہتے ہیں کہ جب تمیم داری نے اسلام قبول کر لیا تو کہا: یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تمام ملک شام پر فتح یاب فرمائے گا، لہٰذا آپ ﷺ بیت لحم کے علاقہ میں میرا گاؤں مجھے بخش دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تمہارا ہے، اور اس مضمون کا ایک وثیقہ بھی انھیں لکھ کر دے دیا۔ حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں جب ملک شام فتح ہوا تو تمیم داری [30] حضور ﷺ کا وہ وثیقہ گرامی لے کر ان کے پاس آئے، حضرت عمر نے کہا: میں خود اس پر گواہ ہوں اور انھیں وہ گاؤں دے دیا۔ بیت لحم وہ بستی ہے جس میں حضرت عیسیٰ بن مریم کی ولادت ہوئی تھی۔"

'' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ:خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ اهْلِ الْبَصْرَةِ، مِنْ ثَقِيفٍ، يُقَالُ لَهُ نَافِعٌ ابُو عَبْدِ اللّٰهِ،وَكَانَ اوَّلَ مَنِ افْتَلَا الْفَلَا،فَقَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ:انَّ قِبَلَنَا ارْضًا بِالْبَصْرَةِ لَيْسَتْ مِنْ ارْضِ الْخَرَاجِ،وَلَا تَضُرُّ بِاحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ،فَانْ رَايْتَ انْ تُقْطِعَنِيهَا اتَّخِذُ فِيهَا قَضْبًا لِخَيْلِي قَالَ: فَكَتَبَ عُمَرُ الَى ابِي مُوسَى الْاشْعَرِيِّ: انْ كَانَتْ كَمَا يَقُولُ فَاقْطِعْهَا ايَّاهُ''[31]

"محمد بن عبید اللہ ثقفی [32] کہتے ہیں کہ بصرہ والوں میں سے ایک ثقیف قبیلے کا گھوڑوں کے بچوں کی پرورش کی پہل کرنے والے ابو عبد اللہ نافع نامی شخص نے حضرت عمر سے کہا: ہماری طرف بصرہ میں ایسی زمین ہے جو خراج کی نہیں ہے اور نہ کسی مسلمان کو اس (کی کمی) سے کوئی نقصان پہنچے گا، اگر آپؓ مناسب سمجھے تو وہ مجھے بطور جاگیر عطا کر دیجئے، میں اس میں اپنے گھوڑوں کے لیے چارہ پیدا کروں گا

چنانچہ حضرت عمر نے ابو موسیٰ اشعری [33] کو لکھا کہ اگر وہ زمین ایسی ہی ہے جیسے یہ بیان کر رہے ہیں تو وہ انھیں بطور جاگیر دے دو۔''

''عَنْ عَوْفِ بْنِ ابِي جَمِيلَةَ قَالَ:قَرَاتُ كِتَابَ عُمَرَ الَى ابِي مُوسَى:انَّ ابَا عَبْدِ اللّٰهِ سَالَنِي ارْضًا عَلَى شَاطِئِ دِجْلَةَ فَانْ لَمْ تَكُنْ ارْضَ جِزْيَةٍ وَلَا ارْضًا يَجْرِي الَيْهَا مَاءُ جِزْيَةٍ فَاعْطِهَا ايَّاهُ''[34]

''عوف بن ابی جمیلہ [35] کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کا وہ خط جو انھوں نے ابو موسیٰ
اشعری کے نام لکھا تھا پڑھا، اس میں لکھا تھا: ابو عبد اللہ نافع [36] نے مجھ سے ساحل دجلہ پر
زمین مانگی ہے۔ اگر یہ جزیہ کی زمین یا ایسی زمین جس پر جزیہ کا پانی پہنچتا ہے نہ ہو تو یہ انھیں دے دو۔''

''عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، انَّ عُثْمَانَ اقْطَعَ خَمْسَةً مِنْ اصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الزُّبَيْرَ، وَسَعْدًا وَابْنَ مَسْعُودٍ، وَاسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، وَخَبَّابَ بْنَ الْارَتِّ،قَالَ:فَكَانَ
جَارِي مِنْهُمُ ابْنُ مَسْعُودٍ وَخَبَّابٌ''[37]

''موسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان [38] نے رسول اللہ ﷺ کے پانچ صحابہ حضرات زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص، [39] عبداللہ بن مسعود، [40] اسامہ بن زید [41] اور خباب بن الارت [42] کو بطور جاگیر زمینیں دی تھیں، ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور خباب بن الارت میرے پڑوسی تھے۔'' مذکورہ بالا اقطاع (جاگیر دینے) سے متعلق آثار سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف لوگوں کو جاگیریں عطاء کیں اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین نے بھی لوگوں کو جاگیریں عطاء فرمائی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس عمل میں یہ حکمت سمجھی کہ اس طرح لوگوں کی اسلام سے وابستگی میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور زمین کی آبادکاری بھی عمل میں آتی ہے، اسی طرح خلفاء راشدین نے بھی صرف انہی لوگوں کو جاگیریں دی ہیں جنھوں نے اسلام کی کوئی نمایاں خدمت سرانجام دی تھی یا جود شمن کی سرکوبی کا ذریعہ تھے، ان حضرات کے نزدیک بہترین حکمت عملی اسی میں تھی یعنی معاشی خوشحالی ریاست کے ساتھ رعایا کی وفاداری کا موجب ہوتی ہے۔[43]

عطاء کردہ زمینوں کا وظیفہ

ایسی زمینوں پر عشر کی ادائیگی لازم ہوگی یا خراج کی، اس بارے میں امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر عشری زمین کے پانی سے یہ زمین سیراب کی جاتی ہو تو اس پر عشر اور اگر خراجی زمینوں کے پانی سے سیراب کی جاتی ہو تو اس پر خراج کی ادائیگی لازم ہوگی۔[44]

امام ابو یوسف کے نزدیک اگر یہ زمین عشری زمینوں سے متصل ہو یا اس کا حصہ ہو تو اس پر عشر واجب ہوگا اور اگر خراجی زمینوں سے متصل یا اس کا حصہ ہو تو اس پر خراج کی ادائیگی لازم ہوگی۔[45]

۲-مزارعت (بٹائی) پر دینا

بیت المال کی غیر آباد زمینوں کی آبادکاری کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حکومت کاشتکار کو نصف یا ثلث یا کاشتکار اور حکومت جتنی شرح پر باہم رضامند ہو جائیں پر زمین کو مزارعت پر دیدیں، جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے گورنر کو حکم دیتے ہیں:

''فَاعْطُوهَا بِالْمُزَارَعَةِبِالنِّصْفِ، وَمَا لَمْ تُزْرَعْ فَاعْطُوهَا بِالثُّلُثِ، فَانْ لَمْ تُزْرَعْ فَاعْطُوهَا حَتَّى تَبْلُغَ الْعُشْرَ''[٤٦]

''اپنے صوبے میں بے کار پڑی ہوئی زمینوں کا جائزہ لوانہیں پیداوار کے نصف (پچاس فیصد) حصہ مزارعت (بٹائی) کی شرط پر کاشتکاروں میں تقسیم کردو۔ اگر زمین کم تر درجہ (زرخیزی) کی ہو تو ثلث (ایک تہائی) یا پھر

اس سے بھی کم معاوضہ پر دے دو، اگر کوئی اس پر بھی تیار نہ ہو تو پھر عشر (دسویں) حصہ پر دے دو۔"

زمین کا وظیفہ

مزارعت پر زمین دینے کی صورت میں اس پر خراج لازم ہوگا یا عشر۔ مزارعت پر زمین لینے والا شخص امام کو پیداوار کا جو حصہ بٹائی میں ادا کرتا ہے وہ خراج کے قائمقام ہے اور امام اس کو خراج کے مصارف پر خرچ کرے گا، اگر خراج نقدی کی صورت میں وصول کی جائے تو یہ خراج مؤظف اور اگر خراج فصل کی صورت میں وصول کی جائے تو یہ خراج مقاسمہ ہوگا۔[47]

۳- کاشتکار کو منفعت کا مالک بنانا

موات کی آبادکاری کی ایک صورت یہ ہے کہ حکومت کاشتکار کو اپنی محنت اور اخراجات سے زمین کو آباد کرنے کی اجازت اس شرط پر دے کہ اس زمین پر انہیں صرف کاشت کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ بیع یا ہبہ یا وقف وغیرہ کرنے کے اختیارات حاصل نہ ہوں گے۔ اس صورت میں کاشتکار کو صرف زمین کی منفعت کا مالک بنایا جاتا ہے چنانچہ اس کو بیع، ہبہ اور وقف کا اختیار حاصل نہیں ہوتا، حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے گورنر کو اس کے متعلق یہی ہدایت دیتے ہیں:

فَانْ لَمْ يَزْرَعْهَا احَدٌ فَامْنَحْهَا[48]

"کوئی اسے (دسویں حصے پر بھی) کاشت کرنے کو تیار نہ ہو تو پھر اسے مفت دے دو۔"

یعنی کاشتکار کو زمین کی منفعت مفت عطاء کر دے، تاکہ وہ زمین کو آباد کرے اور زمین بے کار پڑی رہنے سے محفوظ رہے۔

زمین کا وظیفہ

ایسی زمینوں کا حکم یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک اگر عشری زمین کے پانی سے اس زمین کو سیراب کی جاتی ہو تو اس پر عشر اور اگر خراجی زمینوں کے پانی سے سیراب کی جاتی ہو تو اس خراج کی ادائیگی لازم ہوگی۔[49]

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر یہ زمین عشری زمینوں سے متصل ہو یا اس کا حصہ ہو تو اس پر عشر واجب ہوگا اور اگر خراجی زمینوں سے متصل یا اس کا حصہ ہو تو اس پر خراج کی ادائیگی لازم ہوگی۔[50]

۴: سرکاری مصارف سے زمین آباد کرنا:

بیت المال کی زمینوں کی آبادکاری کی چوتھی صورت یہ ہے کہ حکومت اپنے مصارف سے زمین کو قابل کاشت بنائے آبادکاری کی اس صورت میں کاشتکار کو طے شدہ مقررہ معاوضہ دیا جائے گا اور پیداوار مکمل طور پر حکومت کی ہوتی تھی، چنانچہ یحییٰ بن آدم "کتاب الخراج" میں اس صورت کو یوں بیان کرتے ہیں:

''وَانْ شَاءَ انْفَقَ عَلَيْهَا مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ، وَاسْتَاجَرَ مَنْ يَقُومُ فِيهَا''[۵۱]

''اور اگر (حکومت) مناسب سمجھے تو سرکاری خزانے سے خرچ کر کے زمین کو کاشت کرائے اور کاشتکار کو اس کا معاوضہ ادا کرے۔''

زمین کا وظیفہ اس صورت میں زمین پر نہ تو عشر لازم ہو گا اور نہ ہی خراج، کاشتکار کو معاوضہ ادا کرنے کے بعد زمین کی آمدن بیت المال میں شامل کر دی جائے گی اور بیت المال کے مصارف پر خرچ ہو گی۔[52]

اسلام کا معاشی نظام مفاد عامہ کے پیش نظر یہ تقاضا کرتا ہے کہ ملک کی اس قسم کی زمینوں کو زیر کاشت لایا جائے اور زرعی پیداوار سے ملک کو مالا مال کیا جائے، جو زمینیں قابل کاشت ہونے کے باوجود غیر آباد پڑی ہیں یا لاوارث ہیں وہ بھی زیر کاشت لائی جائے اور زمین کا کوئی ٹکڑا معطل اور بے کار نہ رہنے دیا جائے۔

نتائج تحقیق

اس مقالے سے درج ذیل نتائج واضح ہوتے ہیں:

۱: جب کسی اراضی میں درج ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت پائی جائے تو وہ بیت المال کی اراضی ہو گی:

ا: وہ اراضی جو ملک فتح ہونے سے قبل کسی کی ملکیت میں نہ تھیں فتح کے بعد وہ بیت المال میں شامل ہو جائیں گی۔

ب: وہ اراضی جو کسی فرد کی ملک تھیں لیکن وہ لاوارث مر گیا۔

ج: وہ ملک جو قہراً اور غلبے سے فتح ہوا اور امام اس کی زمینوں کو غانمیں میں تقسیم کرنے کے بجائے اس پر خراج کی ادائیگی لازم کر کے تمام مسلمانوں کے لیے تاقیامت وقف کر دے۔

د: قہراً فتح ہونے والے ملک کی زمینیں غانمیں میں تقسیم کی جائیں اور اس میں سے پانچواں حصہ بیت المال کے لیے نکالا جائے گا۔

۲: ایسی اراضی کی آبادکاری کے لئے ریاست درج ذیل طریقے اختیار کر سکتا ہے:

ا: کاشتکار کو مزارعت (بٹائی) پر زمین کاشت کرنے کے لئے دی جائے۔

ب: کاشتکار کو صرف زمین کی منفعت کا مالک بنایا جائے جبکہ زمین بدستور ریاست کی ملکیت میں رہے۔

ج: زمین کی آبادکاری کے مصارف بیت المال سے ادا کئے جائیں اور کاشتکار کو طے شدہ معاوضہ ادا کیا جائے۔

د: امام کسی شخص کو ملکیتی حقوق پر زمین عطاء کردے بشرطیکہ اس سے مفاد عامہ متاثر نہ ہوں اور معینہ مدت (تین سال) کے اندر زمین کو آباد کرے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ۔ابن عابدین۔ محمد امین بن عمر الدمشقی (م ۱۲۵۲ھ): ردالمحتار علی الدر المختار، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ، ج:۴، ص:۱۷۹، باب العشر والخراج والجزیۃ

[2] ۔ایضًا

[3] ۔الکاسانی۔ علاءالدین ابو بکر بن مسعود الحنفی (م ۵۸۷ھ): بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ، ج:۷، ص:۱۱۸، فصل فی بیان حکم الغنائم وما یتصل بھا

[4] ۔ابوزکریا یحییٰ بن آدم القرشی (م ۲۰۳ھ): الخراج، المطبعۃ السلفیۃ ومکتبتھا، ۱۳۸۴ھ، ص:۲۲، باب واما الجزیۃ والخراج

[5] ۔عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم ۶۱ھ میں حضرت عمر فاروق کی پوتی حضرت ام عاصم کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے آپؒ نہایت زاہد، عابد، خادم خلق اور اسلام اور امت کے سچے خیر خواہ تھے۔ آپؒ کا دور خلافت (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) امن، خوشحالی اور انصاف کا دور تھا۔ آپؒ کا نمایاں کارنامہ تدوین حدیث رسول کریم ﷺ ہے جو آپؒ نے حضرت امام زہری محمد بن شہاب کو ترغیب دے کر شروع کروایا۔ رجب ۱۰۱ھ میں آپؒ نے انتقال فرمایا۔ (الذھبی۔ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد (م ۷۴۸ھ): تذکرۃ الحفاظ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ج:۱، ص:۸۹، الطبقۃ الرابعۃ من الکتاب)

[6] ۔ابوزکریا یحییٰ بن آدم القرشی (م ۲۰۳ھ): الخراج، المطبعۃ السلفیہ ومکتبتھا، ھ، ص:۵۹، باب واما الجزیۃ والخراج ۱۳۸۴ھ

[7] ۔محمد بن الحسن الشیبانیؒ، امام، (م ھ): السیر الصغیر، الدار المتحدہ للنشر، بیروت، ۱۹۷۵ء، ص:۲۷۳، کتاب الخراج، بَابٌ مَا جَاءَ فِي ۱۸۹ ـــہ الارض تقطع وَما یجوز ان یقطع من ارض العُشر وَارض المُوَات

[8] ۔امام ابو یوسف : آپؒ ابو یوسفؒ یعقوب بن ابراہیم انصاریؒ ہیں۔ ۱۱۳ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بڑے شاگرد تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ پہلے بغداد میں قاضی اور پھر ہارون الرشید عباسی خلیفہ کے عہد میں قاضی القضاۃ کے منصب پر متمکن رہے۔ آپؒ نے ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ (الصیمری۔ ابو عبداللہ الحسین بن علی الحنفی (م ۴۳۶ھ): اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، عالم الکتب، بیروت، ۱۹۸۵ء، ص:۱۰۵، اخبار ابی یوسفؒ)

[9] ۔ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، امام (م ۱۸۲ھ): الخراج، المکتبۃ الازھریۃ للتراث، قاہرہ، س ن، ص:۸۷، فَصْلٌ فِي مَوَاتِ الارضِ فِي الصُّلْحِ وَالعُنْوَةِ وَغَيْرِهِما

[10] ۔المرغینانی، برھان الدین علی بن ابی بکر (م ۵۹۳ھ): الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، داراحیاء التراث، بیروت، ج:۴، ص:۳۸۳،

کتاب احیاء الموات

11 ۔الخراج لابی یوسف، ص:۷۷، فَصل فِي مَوَاتِ الارْضِ فِي الصُّلْحِ وَالعُنْوَةِ وَغَيْرِهما

12 ۔ طاؤس بن کیسان الیمانی آپؒ کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے، بہت بڑے فقیہ، محدث اور امام تھے۔عابد، زاہد اور متقی انسان تھے۔ آپؒ کی روایت کردہ احادیث لیث بن ابی سلیم کے پاس لکھی ہوئی تھیں۔آپؒ نے ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔(المزی، ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمن (م ۷۴۲ھ): تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، مؤسسہ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۰ھ، ج:۱۳، ص:۳۵۷، باب الطاء)

13 ۔ابو عبید القاسم بن سلّام :آپؒ، امام، مجتھد، حافظ الحدیث، ثقہ، حدیث کے علل و معارف کے عالم اور بڑے فقیہ اور صاحب تصانیف ہیں۔آپؒ قراءت کے امام ہیں ۔آپؒ ہرات میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے ۲۲۴ ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی ۔(تذکرۃ الحفاظ، ج:۲، ص:۵، الطبقۃ الثامنہ)

14 ۔ابو عبید، القاسم بن سلام البغدادی (م ۲۲۴ھ): کتاب الاموال، دار الفکر، بیروت، س ن، ص:۳۶۸، کتاب احکام الارضین فی اقطاعھا واحیائھا، باب الاقطاع، رقم الحدیث:۶۷۴

15 ۔ایضًا

16 ۔حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب آپؒ کی کنیت ابو عمر ہے قریشی عدوی ہیں۔فقہاء مدینہ میں سے آپؒ کا شمار ہوتا ہے، تابعین کے سرخیل، ثقہ، کثیر الحدیث اور علماء معتمدین میں سے ہیں۔۱۰۶ ھ میں مدینہ منورہ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔(ابن خلکان، ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد البرمکی (م ۶۸۱ھ): وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، دار صادر، بیروت، ۱۹۹۴ء، ج:۲، ص:۳۴۹، ترجمۃ سالم بن عبداللہ)

17 ۔حضرت عمر بن الخطاب :آپؓ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب ہیں آپؓ کا لقب فاروق، اور کنیت ابو حفصہ ہے آپؓ عدوی قریشی ہیں۔آپؓ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے، آپؓ چالیسویں اسلام قبول کرنے والے مردوں میں سے ہیں۔آپؓ آنحضور ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔۲۳ ھ ۲۶ ذوالحج کو غیر مسلم عجمی غلام ابو لؤلؤ نے فجر کی نماز کے دوران آپؓ کو خنجر سے وار کر کے زخمی کر دیا، جس سے آپؓ جانبر نہ ہو سکے اور تین دن بعد عالم بقا کو رحلت فرما گئے۔(ابن سعد، ابو عبداللہ محمد بن سعد البغدادی (م ۲۳۰ھ): الطبقات الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۰ھ، ج:۳، ص:۲۰۱، عمر بن الخطاب)

18 ۔حضرت ابو بکر صدیق :آپؓ کا نام عبداللہ بن ابو قحافہ، کنیت ابو بکر اور لقب صدیق ہے۔ آپؓ قریش کی شاخ بنو تیم سے تھے۔ آپؓ ابتداء ہی سے بڑے سلیم الفطرت اور راست باز تھے۔ آپؓ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضور ﷺ پر ایمان لائے اور آخری دم تک رسول اکرم ﷺ کے دست و بازو بنے رہے۔اسلام کے لئے آپؓ نے جان و مال کے بے نظیر قربانیاں پیش کیں۔ آنحضور ﷺ کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ بنے، اور دو سال اور چار ماہ خلافت کے فرائض سر انجام دیئے۔ جمادی الاخری ۱۳ ھ کو آپؓ نے وفات پائی۔(الطبقات الکبری، ج:۳، ص:۱۲۵، ابو بکر الصدیق)

19 ۔ایضًا، ج:۳، ص:۱۸۶، ذکر بیعۃ ابی بکر

[20] ۔حضرت سُلیط بن قیس بن عمرو النجاری الانصاری ،غزوۂ بدر اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں جنگ جسر کے موقع پر شہید ہوئے۔آپؓ سے آپؓ بیٹے عبداللہ بن سلیط روایت کرتے ہیں۔ (ابو عمر یوسف بن عبداللہ القرطبیؒ (م ۴۶۳ھ):الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب،دار الجیل،بیروت، ۱۴۱۲ھ،ج:۲،ص:۶۴۶،باب سلیط)

[21] ۔حضرت زبیر بن عوام رسول امین ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے تھے۔آپؓ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں،حضور اکرم ﷺ نے انہیں اپنا حواری فرمایا۔آپؓ دعوت حق قبول کرنے والے اولین صحابہ میں سے ہیں،ہجرت حبشہ و مدینہ دونوں میں شرکت کی۔آپؓ کی روایت کردہ احادیث تمام کتب صحاح میں مروی ہیں۔جنگ جمل کے بعد مدینہ منورہ کے راستے میں بحالت نماز ابن جرموز نے آپؓ کو شہید کر دیا۔یہ واقعہ جمادی الاولیٰ ۳۶ ہجری کا ہے۔(الطبقات الکبریٰ،ج:۳،ص:۷۴،القول فی الطبقۃ الاولیٰ،ذکر زبیر بن العوام)

[22] ۔کتاب الاموال،ص:۳۴۷،کتاب احکام الارضین فی اقطاعھا واحیائھا،باب الاقطاع

[23] ۔بلال بن حارث بن عاصم مزنی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ۵ ہجری میں قبیلہ مزینہ کا وفد لے کر حاضر ہوئے تھے۔فتح مکہ کے دن قبیلہ مزینہ کا جھنڈا انہوں نے تھام رکھا تھا۔آپؐ ﷺ کے انتقال کے بعد انہوں نے بصرہ اقامت اختیار کر لی۔حضرت امیر معاویہ کی خلافت کے اخری آیام میں ۶۰ ہجری میں وفات پائی۔(ابن اثیر۔عزالدین علی بن ابی الکرم (م ۶۳۰ھ):اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ،دار الکتب العلمیہ،بیروت، ۱۴۱۵ھ،ج:۱،ص:۴۱۳،ترجمۃ بلال بن الحارث المزنی).

[24] ۔کتاب الاموال،ص:۳۶۸،کتاب احکام الارضین فی احیاءھا واقطاعھا،باب احیاء الارضین واحتجارہا

[25] ۔الخراج لَابی یوسف،ص:۱۱۴،فصل فِي من اتَّخَذَ مشْرَعَةً فِي اَرضِہِ عَلَی شاطئ نھر

[26] ۔کتاب الاموال،ص:۳۴۷،کتاب احکام الارضین فی اقطاعھا واحیائھا،باب الاقطاع،رقم الحدیث:۶۷۸

[27] ۔ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام آپؒ کی کنیت ابو منذر ہے اور آپؒ قریشی مدنی ہیں۔آپؒ کی پیدائش ۶۱ھ میں ہوئی،مدینہ منورہ کے مشہور تابعین اور بکثرت روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔آپؒ کا شمار ثقہ، جلیل القدر اور اکابر علماء تابعین میں ہوتا ہے۔
عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر اور دیگر اکابر صحابہ وتابعین سے حدیث کی سماعت کی۔خلیفہ منصور کے عہد میں بغداد تشریف لائے اور ۱۴۶ھ میں بغداد میں انتقال فرمایا۔(الذھبی، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد (م ۷۴۸ھ): سیر اعلام النبلاء،دار الحدیث ، قاھرہ، ۱۴۲۷ھ،ج:۶، ص:۲۰۹،ترجمۃ ہشام بن عروہ)

[28] ۔کتاب الاموال،ص:۳۴۹،کتاب احکام الارضین فی اقطاعھا واحیائھا،باب الاقطاع،رقم الحدیث:۶۸۲

[29] ۔عکرمہ مولیٰ ابن عباس :آپؒ حضرت عبداللہ بن عباس کے کبار تلامذہ میں سے تھے۔حضرت عبداللہ بن عباس نے آپؒ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔قرآن مجید کی تفسیر میں ابن عباس کے تمام طلبہ سے فائق تھے۔آپؒ نے تحصیل علم کے لیے بصرہ،کوفہ،یمن ،مغرب اور دیگر بہت سے شہروں کا سفر کیا۔آپؒ نے ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔(تذکرۃ الحفاظ،ج:۱،ص:۷۳،الطبقۃ الثالثۃ من الکتاب)

30۔ تمیم الداری تمیم بن اوس الداری پہلے نصرانی تھے، نو(۹) ہجری میں اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی اور شھادت عثمان تک یہیں پر مقیم رہے، پھر شام میں اقامت گزین ہوگئے اور وفات تک وہیں رہے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۱، ص:۱۹۳، باب تمیم)

31 ۔ کتاب الاموال، ص:۳۵۲، کتاب احکام الارضین فی اقطاعھا واحیائھا، باب الاقطاع، رقم الحدیث:۶۸۹

32 ۔ محمد بن عبیداللہ بن سعید ثقفی، آپؒ کی کنیت ابو عون اور آپؒ کوفی تابعی اور ثقہ ہیں آپؒ عبداللہ بن مسعود، جابر بن سمُرہ، عبداللہ بن زبیر، سعید بن جبیر وغیرہ ایک جماعت صحابہ اور تابعین قاضی شریح، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ آپؒ سے روایت کرنے والی ایک جماعت ہے۔ (یوسف بن عبدالرحمان الکلبی المزی (م ۷۴۲ھ): تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۰ھ، ج:۲۶، ص:۳۸، باب المیم، من اسمہ محمد)

33 ۔ ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری مشھور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ ہجرت حبشہ کی، پھر واپس آگئے، نبی کریم ﷺ نے قرآن کی تعلیم کے لیے انہیں یمن بھیجا تھا۔ آپؓ نے مکہ مکرمہ میں ۵۲ ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۴، ص:۱۷۶۲، ترجمۃ ابو موسیٰ الاشعری)

34 ۔ کتاب الاموال، ص:۳۵۳، کتاب احکام الارضین فی اقطاعھا واحیائھا، باب الاقطاع، رقم الحدیث:۶۹۰

35 ۔ عوف بن ابی جمیلہ آپؒ کی کنیت ابو سھل اور آپؒ بصری ہیں۔ آپؒ ثقہ ہیں۔ آپؒ ۵۹ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۴۶ ہجری میں وفات پائی۔ (النووی۔ ابو زکریا محیی الدین یحیی بن شرف (م ۶۷۶ھ): تھذیب الاسماء واللغات، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ج:۲، ص:۴۰، ترجمۃ عوف بن ابی جمیلہ)

36 ۔ ابو عبداللہ نافع بن جبیر بن مطعم ہیں، آپؒ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، آپؒ قریشی ہیں۔ آپؒ امام، فقیہ اور ثقہ ہیں۔ آپؒ نے ننانوے (۹۹) ہجری میں وفات پائی۔ (تھذیب الاسماء واللغات، ج:۲، ص:۱۲۱، ترجمۃ ابو عبداللہ نافع بن جبیر)

37 ۔ کتاب الاموال، ص:۳۵۳، کتاب احکام الارضین فی اقطاعھا واحیائھا، باب الاقطاع، رقم الحدیث:۶۹۱

38 ۔ حضرت عثمان بن عفان: آپؓ امیر المؤمنین عثمان بن عفان اموی قریشی ہیں۔ آپؓ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب ذوالنورین ہے کیونکہ آنحضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں (رقیہ اور ام کلثوم) یکے بعد دیگرے آپؓ کی نکاح میں آئیں۔ آپؓ نے غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ اسلام کی خاطر حضرت عثمان نے بے دریغ مال خرچ کیا۔ اکثر غزوات کی تیاری میں دل کھول کر مالی معاونت کی۔ آپؓ کاتب وحی رہے ۔ حضرت عمر فاروق کی شہادت کے بعد آپؓ خلیفہ بنے۔ (الطبقات الکبریٰ، ج:۳، ص:۳۹، عثمان بن عفان)

39 ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص مالک بن وہب بن عبد مناف آپؓ زہری قریشی ہیں آپؓ کی کنیت ابو اسحاق ہے آپؓ نے اوائل اسلام میں سترہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، آپؓ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔ آپؓ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ ۵۵ ھ میں ستر (۷۰) سال کی عمر وفات پائی اور بقیع میں دفن کئے گئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج:۱، ص:۲۱، الطبقۃ الاولی من الکتاب، ذکر سعد بن ابی وقاص)

40 ۔عبداللہ بن مسعود الہذلی : نبی کریم ﷺ کے شان والے صحابی تھے۔آپؓ سابقین اولین میں سے تھے،بدر کے سعادت مند شرکاء میں سے تھے۔آپؓ فقیہ، محدث، مفسر اور قاری قرآن تھے۔ ۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔آپؓ اسلامی فقہ کے کوفہ مرکز کے بانی تھے،جن کے علم کو حضرت ابراہیم نخعیؒ،حضرت علقمہؒ اور حضرت حمادؒ نے امام ابو حنیفہ تک پہنچایا اور یوں فقہ حنفی کی بنیاد پڑ گئی۔(تذکرۃ الحفاظ،ج:۱،ص:۱۶،عبداللہ بن مسعودؓ)

41 ۔اسامہ بن زید بن حارثہ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ زید بن حارثہ کے بیٹے ہیں۔جب آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا اس وقت آپؓ کی عمر بیس(۲۰) برس تھی،اس کے بعد وادی القری میں سکونت اختیار کرلی اور وہیں ۵۴ھ میں وفات پائی۔(تھذیب الکمال فی اسماء الرجال،ج:۲،ص:۳۳۸،من اسمہ اسامہ)

42 ۔حضرت خباب بن الارت : آپؓ کی کنیت ابو عبداللہ تمیمی ہے آپؓ سابقین اولین صحابہؓ میں سے ہیں۔آنحضور ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے آپؓ اسلام لائے تھے،آپؓ ان حضرات صحابہ میں سے ہیں جن کو اسلام لانے کی وجہ سے تکالیف اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا،آپؓ کوفہ میں اقامت گزیں ہوگئے تھے،اور وہیں ۳۷ھ میں وفات پائی،اس وقت آپؓ کی عمر تہتر(۷۳) سال تھی۔(سیر اعلام النبلاء،ج:۴،ص:۷، السابقون الاولون،خباب بن الارت)

43 ۔الخراج لابی یوسف،ص:۴۷،فصل فی ارض البصرۃ و خراسان

44 ۔محمد بن الحسن الشیباني،امام(م ۱۸۹ھ):الجامع الصغیر وشرحه النافع الکبیر،شارح: محمد عبد الحي اللكهنوي(م ۱۳۰۴ھ)،عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۶ھ،ص:۳۱۱،ب کتاب السیر،باب الارض یسلم عَلَيهَا اهلها او تفتح عَنْوَة

45 ۔الخراج لابی یوسف،ص:۷۷، فَصْلٌ فِي مَوَاتِ الارْضِ فِي الصُّلْحِ وَالْعُنْوَةِ وَغَيْرِهِما

46 ۔الخراج لیحییٰ بن آدم،ص:۵۹،باب واما الجزیۃ والخراج

47 ۔ردالمحتار علی الدر المختار،ج:۴،ص:۱۷۹،کتاب الجهاد،باب العشر والخراج والجزیۃ

48 ۔الخراج لیحییٰ بن آدم،ص:۵۹،باب واما الجزیۃ والخراج

49 ۔الجامع الصغیر،ص:۳۱۱،کتاب السیر،باب الارض یسلم عَلَيهَا اهلها او تفتح عَنْوَة

50 ۔الخراج لابی یوسف،ص:۷۷، فَصْلٌ فِي مَوَاتِ الارْضِ فِي الصُّلْحِ وَالْعُنْوَةِ وَغَيْرِهِما

51 ۔الخراج لیحییٰ بن آدم،ص:۲۲،باب واما الجزیۃ والخراج

52 ۔ردالمحتار علی الدر المختار،ج:۴،ص:۱۷۹،کتاب الجهاد،باب العشر والخراج والجزیۃ